جہاد سے متعلق قرآنی آیات اور استشراقی نقطہ نظر

فاطمہ نورین*

حافظ محمد عبدالقیوم**

جہاد ایک وسیع المفہوم اصطلاح ہے۔ اور دین اسلام کا ایک عظیم الشان عمل ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ کیا حکامات کا اولین ماخذ قرآن کریم ہے قرآن کریم اللہ کا کلام ہے, لیکن مستشرقین قرآن کریم کو محمدﷺ کی تصنیف ثابت کرتے ہیں۔ مستشرقین نے جہاد سے متعلق قرآنی آیات کے مفاہیم کو بیان کرنے میں بڑے منظّم انداز سے تحریف وابہام پیدا کرنے کی کوشش کی ہے، اور ان کی بیشتر آراء مبنی بر تعصب ہیں۔ مستشرقین کے مطابق جہاد سے متعلق قرآنی آیات میں ایک تضاد پایا جاتا ہے، جو کہ ایک منتشر اور غیر مربوط دستور کی صورت میں منظر عام پر آتا ہے، بعض مستشرقین کا الزام ہے کہ اسلام کی فطرت میں تشدّد ہے۔ جہاد سے متعلق قرآنی آیات میں دہشت گردی، قتل وغارت، لوٹ مار کا حکم دیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے مسلمان تشدّد پسند، دہشت گرد اور غارت گری کرتے ہیں۔ اس تحقیقی مقالہ میں مستشرقین کے ان الزامات کے قرآن وسنت اور تاریخی کی روشنی میں مدلّل جوابات دیے گئے ہیں، اور ثابت کیا گیا ہے کہ مستشرقین کے ان اعتراضات کا سبب ان کی لاعلمی اور کج فہمی ہے۔ مستشرقین صاحب قرآن (محمد رسول اللہ) کی مقصد بعثت سے بیخبر ہیں، اگر بعثت محمدی کا مقصد ان کی سمجھ میں آجائے تو ان پر واضح ہوجائے گا کہ جہاد سے متعلق قرآنی احکات میں کسی قسم کا کوئی تضاد نہیں پایا جاتا۔ جہاد تو عالمی امن کے قیام کے لئے فتنہ وفساد اور دھشت گردی کا خاتمہ کرتا ہے۔

آیات جہاد میں تضاد:

☆ مائیکل بونر (Michael Bonner) کے مطابق جہادی احکام کا بنیادی مصدر قرآن ہے لیکن قرآنی آیاتِ جہاد میں تضاد موجود ہے۔

> "On close examination of the passages, we also find what seem to be contradiction among them, or differences in emphasis at any rat." (۱)

(جہاد سے متعلق) ’’قرآنی آیات کے بغور مطالعہ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیات باہم متضاد ہیں یا حکم دینے

*لیکچرر، انڈرگریجویٹ سٹڈیز، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان

**ایسوسی ایٹ پروفیسر، شیخ زاید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان

کے انداز میں فرق ہے۔"

> "The broad thematic area of warfare and jihad in the Quran Present a number of difficulties. Before we come to the problem of historical and chronological context, we have the even greater problem of apparent contradiction to put it mor precisely, a number of discrete themes relating to fighting and jihad appear in the Quran that are not out first glance, easy to reconcile with one another". (۲)

مائیکل بونر لکھتا ہے:۔

"قرآن (کریم) میں جہاد اور جنگ کا ایک وسیع تصور موجود ہے لیکن اس میں بہت سارے اشکالات پائے جاتے ہیں۔قبل اس کے کہ ہم اس مسئلہ کے تاریخی اور زمانی سیاق وسباق کو دیکھیں ظاہری تضادات کا ایک بڑا مسئلہ ہمارے سامنے آ جاتا ہے۔مختصراً قرآن کے اندر جہاد اور جنگ سے متعلق کئی غیر مسلسل تصورات پائے جاتے ہیں۔جنہیں ایک سرسری نگاہ میں آپس میں ہم آہنگ کرنا آسان نہیں۔"

مائیکل بونر ریون فائرسٹون (Reuven Fire stone) کے حوالے سے جہاد سے متعلق آیات کو نقل کرتے ہوئے سات حصوں میں تقسیم کرتا ہے،سورہ نحل کے حوالے سے وہ لکھتا ہے۔

1- "Injuction to selfrestrain and patience........and be pataient"

یہاں قرآن صبر کے ساتھ دعوت اسلام کی تلقین کرتا ہے...... اگر کوئی تمہیں تکلیف پہنچاتا ہے تو اس تکلیف کے برابر بدلہ لو اور زیادتی نہ کرو۔

﴿ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ اِنَّ رَبَّکَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ O وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَ لَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَیْرٌ لِّلصّٰبِرِیْنَ ﴾ (۳)

2- "Permission to engage in defensive war ...... They have been wronged"

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا...... (۴)

یہاں قرآن دفاعی جہاد کی اجازت دیتا ہے کیونکہ ان کے ساتھ زیادتی ہوئی۔

3- "Permission on wage offensive war ...... the first to violate these limits"

یہاں جارحانہ جنگ کی اجازت لیکن حد بندی کے ساتھ یعنی مسجد حرام اور

حرمت والے مہینوں میں اس فعل سے باز رہنے کی تلقین کرتا ہے۔

﴿ وَقَاتِلُوا هُمْ حَتّٰى لَاتَكُوْنَ فِتْنَة......... ﴾(۵)

﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ......... ﴾ (٦)

4- "The lifting of some or all these restrictions,.....without every strategem"

فَإِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ (۷)

یہاں حرمت والے مہینوں کی قید بھی اٹھالی گئی ہے اور جہاں کہیں مشرکین کو پاؤ انہیں قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

5- "Patience with the people of the book ...... and trust in God"

وَ اِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا .... (۸)

یہاں قرآن اہل کتاب سے صلح کی تلقین کرتا ہے۔

6- " Loss of this patience, accompanied by the requirement.........andhave been humbled.”

وَ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ....(۹)

یہاں صلح وصبر ختم ہوجاتا ہے یہود ونصاریٰ کو کمتر دکھانے کیلئے

7- "Evedence of internal tension and reluctance to fight" (11)

مائیکل بونر درج ذیل آیت مبارکہ کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتا ہے

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَ هُوَ كُرْهٌ لَّكُم........... (۱۰)

اب جنگ تم پر فرض کردی گئی ہے اور وہ تم پر گراں گزرتی ہے

یہاں مائیکل بونر درج بالا آیت مبارکہ کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتا ہے۔

یہ آیت اس بات کا ثبوت ہے کہ مسلمان دل سے جنگ کرنا نہیں چاہتے، انہیں جہاد کے لیے مجبور کیا جاتا ہے۔

ان احکامات کے بارے میں لینڈوتیسرون☆(LanduaTesseron) لکھتی ہے:

"Strictly speaking they do not seem to constitute and most likly were not meant to constitute a coherent doctrine in and of themself". (12)

’’یہ بات پوری سچائی کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ (ان آیات کو) کوئی اصول قرار نہیں دیا جاسکتا ہے اور غالب امکان بھی یہی ہے کہ اس سے کوئی مربوط دستور تشکیل نہیں دیا جاسکتا ہے۔‘‘

اسلام کی فطرت میں تشدد:

☆ جان ایل ایسپیزیٹو (John L-Esposito) لکھتا ہے۔

''اسلامی تاریخ میں نظریۂ جہاد اور اس کی تحریک آغاز ہی سے متضاد اور (قابل) تنقید ہیں. جہاد کا بنیادی مصدر قرآن ہے......قرآن (کریم) کی ابتدائی آیات براہِ راست دفاعی جہاد اور جدوجہد پر آمادہ کرتی ہیں (۱۳) لیکن ایسی آیات کا کیا کیا جائے جیسے آیۃ السیف ہے۔

"But what of those of verses sometimes reffer to as the "sword verses" that call for killing unbelievers such as, "when the sacred month have passed slay the idolater where ever you find them, and live in wait for them at every place of ambush (9:5)? this is one of number of Quranic verses that are cited by critics to demonstrate the inherently voilent nature of Islam and its scriptur." (14)

''آیت السیف جیسی آیات کا کیا کیا جائے جو اشہر حرم (حرمت والے مہینے) گزرنے کے بعد مشرکین کو قتل کرنے کا حکم دیتیں ہیں کہ جہاں کہیں انہیں پاؤ، پکڑو ان کو، ان کا گھیراؤ کرو، اور ان کے لیے ہر جگہ گھات لگا کر بیٹھو۔ یہ آیت قرآن کی ان پرتشدد آیات میں سے ایک ہے جن سے ثابت ہوتا ہے۔ اسلام اپنے ورثے ہی میں پرتشدد ہے اور یہ اس کی فطرت ہے۔

آیت السیف کو سیاق وسباق سے جدا کرتے ہوئے رچرڈ جبریل (Richard A.Gabriel) لکھتا ہے

"After the conquest of Mecca Muhammad declared "war to the knife" against all those who remained idolaters, instructing his followers to kill any pagans they encountered on the spot. His ruthlessness brutality served to strenghten his hand with opponents and allies alike" (15)

فتح مکہ کے کچھ عرصہ بعد محمد ﷺ نے ان تمام لوگوں کے خلاف جو بت پرست تھے جہاد بالسیف کا حکم جاری کر دیا اور اپنے ماننے والوں کو ہدایت کی کہ جو مشرک نظر آئے یا کسی مشرک سے آمنا سامنا ہو اسے موقعہ پر قتل کر دیا جائے۔ اس ظالمانہ رویے نے دوست اور دشمن دونوں کی نظر میں اسکی حیثیت مستحکم کردی۔

ایسپیزیٹو مزید لکھتا ہے کہ یہ آیت اور اس جیسی دیگر آیات کو بنیاد بنا کر مذہبی انتہاپسندوں نے نفرت اور عدم برداشت کو کفار کے خلاف بلاوجہ لازمی قرار دے دیا ہے۔'' (۱۶)

☆ ڈیوڈ کک (David Cock) آیۃ السیف کے بارے میں لکھتا ہے۔

"While its immediate subject is the pagan Arabs a narrow application sustained by early comentators. Later muslim jurist would use this verse to proclaim a universal jihad(17)

ابتدائی دور کے مفسرین کے نزدیک اس آیہ مبارکہ کا حکم مشرکین عرب کے لیے خاص ہے لیکن بعد کے مسلم فقہاء اس آیت کو بنیاد بنا کر تمام غیر مسلموں کے لیے اس طریقے سے جہاد کا اعلان کرتے ہیں۔

جہاد کے ایسے مفہوم کے بارے میں ایسپیز یٹو لکھتا ہے۔

"During the period of expansion and conquest many of the Ulama enjoyed the royal patronage and provided a rational for calphs to persue their imperial dreams and extend the boundries of their empires." (18)

اسلامی فتوحات اور وسعت پذیری کے دور میں بہت سے علماء شاہی عنایات سے لطف اندوز ہوتے تھے اور خلفاء کے حاکمانہ عزائم اور سلطنت کی حدود میں اضافہ کے خوابوں کا جواز فراہم کرنے کے لئے دلائل دیا کرتے تھے۔ ایسپیز یٹو کے مطابق جہاد کو جنگ کے مفہوم میں عام کرنا انہیں علماء کا کام ہے۔

نبی ﷺ اور آپؐ کے صحابہؓ نے مکی دور کے تیرہ/۱۳ سالوں میں اللہ کے دین کی دعوت وتبلیغ کا فریضہ سرانجام دیا اور اس دوران جوان پر ظلم وستم ہوا، اس ضمن میں انہوں نے جس طرح صبر وتحمل اور عفو درگزر سے کام لیا اسکے بارے میں مائیکل بونر لکھتا ہے:

The result is compelling. At first Muhammad and his community in Mecca, in a possition of weakness avoid use of violence though hey do not "turn the other cheek", with the hijra of Emigration to Medina in 1/622 and founding of a new state here organized violence becomes an option, but practiced sparingly and with in traditional restraints. In time as Muhammad's gains in strenght and his conflict with Mecca grows more bitter, these restructions are cast away. (19)

''نتیجہ انتہائی معقول ہے کہ مکہ میں محمد اور اسکے ساتھی مسلمان کمزور تھے اس لئے وہ تشدد سے پرہیز کرتے رہے مگر پھر بھی انہوں نے ایک گال پر تھپڑ کھا کر دوسرا پیش نہیں کیا'' ۶۲۲/۱ میں ہجرت مدینہ کے بعد انہیں ایک نئی ریاست کے قیام کے ساتھ ہی انہوں نے ایک منظم تشدد اختیار کر لیا۔ مگر اس کا استعمال بہت کم روایتی پابندیوں کے ساتھ کیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جب محمدؐ نے طاقت حاصل کر لی تو اہل مکہ کے ساتھ تصادم بڑھتا گیا تو یہ روایتی پابندیاں بھی ہٹالی گئیں۔

جان ایسپیز یٹو لکھتا ہے:

The Quranic command to fight was in response to the political realities of arabia and its environ, and the necessity of preserving the physical integrity of Muslim community was understood to be the only way to do so. (20)

قرآن میں جنگ کا حکم عرب کے سیاسی حقائق اور ماحول کا ردعمل تھا۔ مسلم معاشرے کے وجود کو برقرار رکھنا ایک اہم ضرورت تھی اور ایسا کرنے کا واحد طریقہ جنگ تھا۔

جبری قبول اسلام:

☆ ریمنڈ ابراہیم Raymand Ibrahim لکھتا ہے:

''اسلام ایک عدم برداشت والا دین ہے جس میں لوگوں کو زبردستی اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے''۔

"The Ulema were initially baffled as to which verses to codify into the Shari'a worldview - the one that states there is no coercion in religion (2:256), or the ones that command believers to fight all non-Muslims till they either convert, or at least submit, to Islam." (21)

ابتداء میں علماء تذبذب کا شکار تھے کہ عالمی شریعت کے اندر کن آیات کو اصول تسلیم کیا جائے وہ آیات جو کہتی ہیں۔ **لاَاِکْـرَاہَ فِـی الدِّیْن** یا وہ آیات جو مسلمانوں کو حکم دیتی ہیں کہ وہ غیر مسلموں سے لڑیں یہاں تک کہ وہ اپنا مذہب تبدیل کرتے ہوئے مسلمان ہو جائیں۔

(8:39 , 9:5) امن والی آیت اور اس جیسی دیگر پر تشدد آیات ساتھ ساتھ ہیں۔ ان میں تضاد ہے اور ان آیات سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام میں عدم برداشت اور زبردستی ہے اور لوگوں کو مجبور کر کے زبردستی مسلمان کیا گیا۔

جہاد سے متعلق قرآنی آیات میں تضاد اور اس کا جواب:

بعثت محمدی ﷺ کا مقصد:

مستشرقین کے اعتراضات کہ جہاد سے متعلق آیات قرآنی میں تضاد موجود ہے ابتداء میں مسلمانوں کو دعوت وتبلیغ اور اس کے نتیجے میں ہونے والے ظلم وستم پر صبر کرنے کا حکم ہے(۲۲) پھر اُذِنَ لِلَّـذِیْـنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا ......(۲۳) کا حکم ہے پھر حکم ہوتا ہے فَـاِذَا انْسَـلَـخَ الْاَشْھُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِکِیْنَ حَیْثُ وَ جَدْتُّمُوْھُمْ (۲۴) اور اس موضوع سے متعلق دیگر آیات جن میں انتہائی جارحیت اور قتل وغارت کا حکم ہے۔

جہاد سے متعلق قرآن حکیم کی آیات جو بظاہر متضاد معلوم ہوتی ہیں اس کی اصل وجہ صاحب قرآن محمد ﷺ کی بعثت کا مقصد مستشرقین کی نگاہوں سے اوجھل ہے رسول اللہ ﷺ کی بعثت اور سعی و جہد کا اصل مقصد قرآن کریم ان الفاظ میں یوں بیان کرتا ہے۔

﴿هُوَ الَّذِیٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَ دِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ﴾ (۲۵)

''وہی تو (اللہ) ہے جس نے بھیجا اپنے رسول کو الھدیٰ اور دین کے حق دے کر، تاکہ غالب کر دے اسے کل کے کل دین (نظام زندگی) پر۔'' ☆

اس آیت مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا مقصد غلبہ دین حق ہے اس مقصد کے حصول کیلئے آپ ﷺ نے ساری جدوجہد انسانی سطح (human level) پر کی ہے۔ اس جدوجہد کے ہدایت الٰہی کے مطابق چند مراحل ہیں اس ضمن میں ڈاکٹر اسرار کہتے ہیں۔ ''خود آپ کا ایک مقصد معین ہو تو اس کے حصول کیلئے کئی کام کرنے پڑتے ہیں اگر آپ ان کاموں کو علیحدہ علیحدہ (Isolate) کر کے دیکھیں گے تو ان میں بظاہر کوئی ربط نظر نہیں آتا تو دراصل ان کو مربوط کرنے والا ایک مقصد ہوتا ہے اس مقصد کو پیش نظر رکھیں تو تمام افعال جو بظاہر مختلف متضاد معلوم ہوتے ہیں وہ سب کے سب مربوط نظر آئیں گے۔'' (۲۶)

مثلاً رسول اللہ ﷺ کی جدوجہد (جہاد) کا پہلا مرحلہ ۱۳ سالہ مکی دور ہے اس میں پروردگار عالم کا حکم ہے۔

﴿اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَةِ وَ الۡمَوۡعِظَةِ الۡحَسَنَةِ وَ جَادِلۡهُمۡ بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ اِنَّ رَبَّکَ هُوَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ سَبِیۡلِهٖ وَ هُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُهۡتَدِیۡنَ وَ اِنۡ عَاقَبۡتُمۡ فَعَاقِبُوۡا بِمِثۡلِ مَا عُوۡقِبۡتُمۡ بِهٖ وَ لَئِنۡ صَبَرۡتُمۡ لَهُوَ خَیۡرٌ لِّلصّٰبِرِیۡنَ ۝﴾ (۲۷)

حکمت و دانائی اور عمدہ نصیحت کے ساتھ رب کے راستے کی دعوت دو اور اس میں جو بھی مصائب درپیش ہوں انہیں صبر سے برداشت کرو۔ مکہ میں اس حکم کی تکمیل میں نبی اکرم ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ سخت ترین مصیبتیں جھیلتے رہے حضور ﷺ کے ساتھیوں، حضرت بلالؓ حضرت خباب بن ارتؓ کو دھکتے انگاروں پر لٹایا جاتا تھا۔ مکہ کی سنگلاخ اور تپتی ہوئی زمین پر گردن میں رسی ڈال کر جانوروں کی لاش کی طرح گھسیٹا جاتا تھا، حضرت سمیہؓ کو نہایت بیہمانہ اور کمینگی سے شہید کر دیا گیا، ان کے شوہر حضرت یاسرؓ کے ہاتھ پاؤں چار اونٹوں سے باندھ کر ان کو مخالف سمتوں میں ھانک دیا گیا کہ جسم کے چیتھڑے اڑ گئے لیکن جوابی کاروائی کی اجازت نہیں، حکم الٰہی ہے کہ کفوا ایدیکم اپنے ہاتھ باندھے رکھو کا حکم ہے۔ اس میں ایک حکمت مضمر ہے کہ جب طاقت بڑھ (grow) رہی ہو تو ایک انقلابی جماعت کی خوبی ہے کہ پہلے اپنے آپس کے روابط و تعلقات کو مضبوط بنیادوں

پر استوار کیا جائے پھر اپنی تنظیم کو مضبوط تر کر لیا جائے، جب تک اتنی طاقت نہیں ہو جاتی کہ وہ باطل سے ٹکرا سکے اس وقت تک صبر محض پر عامل رہے......اس انقلابی جدوجہد میں ''صبر محض'' (Passive resistance) کی بڑی اہمیت ہوتی ہے اس لیے کہ اگر ابتدائی مراحل میں انقلابی جماعت تشدد کا جواب دینے لگے اور violent ہو جائے تو اس معاشرے میں موجود باطل نظام کو ایک اخلاقی جواز حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ اس مختصر انقلابی طاقت کو کچل ڈالے۔ (۲۸) مکہ میں تیرہ برس تک مشرکین کی طرف سے شدید ترین تشدد (persecution) ہوتا رہا لیکن حضور ﷺ کی طرف جوابی کاروائی کی اجازت نہیں تھی۔ ہجرت کے بعد مدینہ میں اتنی طاقت فراہم ہوگئی کہ مسلمان مقابلہ کر سکتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ ''اجازت دے دی گئی ہے ان لوگوں کو جن پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے گئے ہیں کہ اب وہ بدلہ (retaliate) لے سکتے ہیں'' تو یہ رسول اللہ ﷺ کے غلبہ دین کے آخری مرحلے کا آغاز تھا۔ ڈاکٹر اسرار احمد اس مرحلے کو active resistance کا نام دیتے ہیں۔

دین حق کو غالب کرنے کیلئے رسول اللہ ﷺ نے متعدد جنگیں لڑیں جس کا قرآن کریم میں اس طرح نقشہ کھینچا گیا ہے۔

﴿يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ﴾ (۲۹)

''مستشرقین کو مکی اور مدنی دور کی آیاتِ جہاد میں بڑا تضاد نظر آتا ہے اس تضاد کو وہ صاحب کتاب حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں نمایاں کرتے ہیں۔''

یہی وجہ ہے ٹائن بی (Tayan- Bee) (۱۸۸۹۔۱۹۷۵ء) جسے تاریخ فلسفہ میں اتھارٹی تسلیم کیا جاتا ہے) لکھتا ہے

"Muhammad failed as a prophet but succeeded as a statesman" (30)

اس جملے میں اس کی پوری سوچ کا زہر محسوس کیا جا سکتا ہے اس کی تحریر کا خلاصہ کچھ یوں ہے کہ مکہ میں محمدؐ کی زندگی نبیوں کے مشابہ ہے دعوت وتبلیغ ہو رہی ہے وعظ ونصیحت کی تلقین اور انذاز وتبشیر ہے جواباً بدزبانی ہو رہی ہے پتھراؤ کے جواب میں صبر ہے کوئی جوابی کاروائی نہیں ہے۔ (ٹائن بی) کے آئیڈیل حضرت یحییٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی زندگی کا نقشہ بھی یہی تھا۔ ان حضرات نے نہ کبھی تلوار اٹھائی اور نہ ہی وہ کسی سلطنت کے سربراہ تھے لہٰذا مکہ میں جو حضورؐ کی سیرت نظر آتی ہے وہ کچھ نہ کچھ ان کے نقشے پر پوری اترتی ہے یہ آپ ؐ کو اللہ کا نبی تو نہیں مانتا مگر یہ اعتراف کرتا ہے کہ سیرت ﷺ کا جو مکی دور ہے وہ نبیوں کی سیرت کے مشابہ ہے لیکن وہاں آپ ﷺ ناکام ہو گئے ہیں (نعوذ باللہ من ذلک) وہاں سے جان بچا کر بھاگنا پڑا۔ البتہ مدینہ میں محمد (رسول اللہ ﷺ) کی شخصیت کا ایک نیا پہلو منظر عام پہ آیا، ریاست مدینہ کے سربراہ مملکت ہیں، شہسوار بھی ہیں اور سپہ سالار بھی، آپ ﷺ ہی چیف جسٹس ہیں، مقدمات کے فیصلے کر رہے ہیں، عرب کے دوسرے قبائل سے معاہدے کر رہے

ہیں۔ (مدینہ میں آتے ہی یہود کے تینوں قبائل کو معاہدے میں جکڑ لیا) وہ لکھتا ہے یہ صورت تو ایک سیاستدان (Stateman) کی ہے اس حیثیت سے محمدؐ کامیاب ہو گئے بحیثیت پیغمبر کامیاب نہیں ہوئے۔(نعوذ باللہ من ذلک)

ٹائن بی کی اس تحقیق کو بنیاد بنا کر اک دوسرے انداز میں ایک برطانوی مستشرق پروفیسر منٹگمری واٹ(۱۹۰۹ء۔ ۲۰۰۶ء) نے سیرت کے موضوع پر دو کتابیں لکھیں۔Muhammad at Meeca اورMuhammad at Medina اس نے رسول اللہ ﷺ کی سیرت کو دو حصوں میں بانٹ کر اس ظاہری تضاد کو نمایاں کرتے ہوئے یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ مکہ والے محمدؐ اور ہیں اور جبکہ مدینہ والے محمدؐ اور ہیں۔(۳۱) منٹگمری واٹ اور دیگر مستشرقین کی تحقیق کو بنیاد بنا کر مائیکل بونر نے اپنی کتاب Jihad in Islamic History میں آیات جہاد میں تضاد اور سیرت نبویؐ میں تضاد کو نمایاں کیا ہے۔(۳۲) ڈاکٹر اسرار احمد کہتے ہیں ''تمام تضادات درحقیقت مقصد کو صحیح طور پر سمجھ لینے ہی سے رفع ہوتے ہیں۔مشرقین نے دراصل جو ٹھوکر کھائی ہے اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے رسولوں کی بعثت کے بنیادی مقصد ہی کو نہیں سمجھا۔''(۳۳)

انبیاء علیہ السلام کی بعثت کا مقصد:

قرآن مجید رسولوں کی بعثت کا بنیادی مقصد اس طرح بیان کرتا ہے۔

﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾ (۳۴)

ترجمہ: ''ہم نے اپنے رسولوں کو صاف صاف نشانیوں اور ہدایات کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تا کہ لوگ انصاف پر قائم ہوں اور لوہا اتارا جس میں بڑا زور ہے اور لوگوں کیلئے منافع ہیں یہ اس لیے کیا گیا کہ معلوم ہو جائے کہ کون اللہ کو دیکھے بغیر اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے۔یقیناً اللہ بڑی قوت والا زبردست ہے۔''

سید ابوالاعلی مودودی لکھتے ہیں اس مختصر سے فقرے میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہ السلام کے مشن کا پورا لب لباب بیان کر دیا ہے......انبیاء علیہ السلام کے مشن کو بیان کرنے کے معاً بعد یہ فرمانا کہ ہم نے لوہا نازل کیا جس میں بڑا زور اور لوگوں کیلئے منافع ہیں خود بخود اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ یہاں لوہے سے مراد سیاسی اور جنگی طاقت ہے اور کلام کا مدعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو قیام عدل کی محض سکیم پیش کرنے کیلئے مبعوث نہیں فرمایا تھا بلکہ یہ بات بھی اس مشن میں شامل تھی کہ عملاً نافذ کرنے کی کوشش کی جائے اور وہ قوت فراہم کی جائے جس سے فی الواقع عدل قائم ہو سکے اور اسے درہم برہم کرنے والوں کو سزا دی جا سکے اور مزاحمت کرنے والا کا زور توڑا جائے۔(۳۵)

لہٰذا ثابت ہو گیا کہ قرآن کریم میں آیات جہاد میں تضاد نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ نظام عدل وقسط (اسلام) کو نافذ کرنے کے جہادی مراحل ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے ان تمام مراحل کو بڑی خوش اسلوبی سے مردانہ وار طے کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے (نظام وقسط) دین حق اسلام کو دنیا میں غالب کر دیا۔

مستشرقین کی آراء میں تضاد:

جان اسپینر یٹو کے اپنے ہی آرٹیکل ''Jihad: Holy or unholy way'' میں اپنی ہی رائے میں تضاد ہے پہلے وہ لکھتا ہے ''قرآن میں جنگ کا حکم عرب کے سیاسی حقائق اور ماحول کے ردعمل میں تھا۔ مسلم معاشرے کے وجود کو برقرار رکھنا ایک اہم ضرورت تھی اور ایسا کرنے کا واحد طریقہ جنگ تھا'' اسی آرٹیکل کے دوسرے صفحے پر The Quran and Jihad کے عنوان کے تحت لکھتا ہے کہ (اسلامی) فتوحات اور وسعت پذیری کے دور میں بہت سے علماء جو شاہی عنایات سے لطف اندوز ہوتے تھے، خلفاء کے حاکمانہ عزائم اور سلطنت کی حدود میں اضافہ کے خوابوں کا جواز فراہم کرنے کیلئے عقلی دلائل پیدا کرتے تھے، اسپینر یٹو کے مطابق جہاد کو جنگ کے مفہوم میں عام کرنا انہیں علماء کا کام تھا۔''

منٹگمری واٹ، مائیکل بونر، رچرڈ بونی لکھتے ہیں کہ مکہ میں صبر اور برداشت کرنے کا حکم تھا مدینہ پہنچتے ہی جنگ کا آغاز ہو جاتا ہے۔ جیمز ٹرنر جانسن کے مطابق اسلام میں جہاد کی اہمیت کے ذریعے بدو قبائل کی خوفناک جنگی صلاحیت کو مذہبی جنگ میں منتقل کر دیا، جان اسپینر یٹو لکھتا ہے کہ جنگ کا حکم عرب کے سیاسی ماحول کا ردعمل اور مسلم معاشرے کے وجود کو برقرار رکھنے کا واحد ذریعہ تھا۔

مائیکل بونر لکھتا ہے کہ محمد ﷺ کے زمانہ میں مسلمان جہاد نہیں کرنا جانتے تھے درج ذیل آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں جہاد کے لئے مجبور کیا گیا تھا۔

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (۳۶)

''تم پر جہاد فرض کیا گیا گو وہ تمہیں دشوار معلوم ہو ممکن ہے کہ کسی چیز کو تم بُرا جانو اور دراصل وہی تمہارے لیے بھلی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو اچھا سمجھو، حالانکہ وہ تمہارے لئے بُری ہو حقیقی علم اللہ ہی کو ہے، تم محض بے خبر ہو''

درج بالا آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک اصولی حقیقت واضح فرمائی کہ خیر وشر اور عروج کمال کا راستہ انسان خود طے نہیں کر سکتا بلکہ وہ خالق و مالک جس نے انسان کو پیدا کیا ہے اسی کو علم ہے کہ انسانی فطرت کے مضمرات اور اس کی کیا

صلاحیتیں ہیں؟ اور کون سے طریق کار اختیار کر کے وہ اپنی تمام صلاحیتیں اجاگر کر سکتا ہے۔ اگر خیر و شر کے فیصلے کا انتخاب انسانی نفس کی خواہش اور عقل پر چھوڑ دیا جاتا تو عین ممکن تھا کہ خواہشات نفس کی پیروی میں انسان اپنی زندگی کے لائحہ عمل سے وہ ساری چیزیں ایک ایک کر کے نکال باہر کرتا جو اس کے اخلاقی ارتقاء اور روحانی عروج کا ذریعہ ہیں کیونکہ یہ سارے عمل ایک سے بڑھ کر ایک انسانی نفس پر شاق گزرنے والے ہیں اور وہ ساری چیزیں جمع کر لیتا جو انسانی نفس کے لئے بڑی پر لطف اور آسان ہیں" انسانی فطرت کا یہ عجب رمز ہے کہ جو چیزیں اس کے نفس کو مرغوب ہیں وہ اس کو پست کرنے والی ہیں اور جو چیزیں اس کو بلند کرنے والی ہیں وہ اس کے نفس کو عموماً بہت شاق ہیں۔ اس وجہ سے اس کی فلاح کی راہ بتانے کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لی ہے اور اپنے رسولوں اور کتابوں کے ذریعہ سے اس کی راہنمائی کی ہے۔" (۳۷)

بالکل یہی صورتحال جہاد و قتال کے معاملہ میں ہے جو بظاہر انتہائی ہولناک لگتا ہے لیکن اس کے بغیر شر، فتنہ و فساد اور ظلم و سرکشی کا خاتمہ اور غلبہ دین حق ممکن نہیں لہذا "تم اپنی عقل پر ایمان نہ رکھو اللہ کی وحی اور اس کے رسول پر ایمان رکھو جس وقت کے لئے جو حکم موزوں تھا وہی دیا گیا۔ چودہ برس تک تمہیں قتال سے منع کیا گیا۔ اس وقت تمہارے لئے حکم تھا۔ "کُفُّوٓا اَیۡدِیَکُمۡ" (اپنے ہاتھ روکے رکھو!) اب تم پر قتال فرض کیا جا رہا ہے لہذا اب اس حکم پر سر تسلیم خم کرنا تمہارے لئے لازم ہے۔ (۳۸)

واضح رہے کہ مکہ میں وہی لوگ ایمان لائے تھے جو دل سے پختہ یقین رکھتے تھے، انہیں اس بات کا علم تھا کہ اسلام کے اعلان کے ساتھ ہی ان پر ظلم ستم کے پہاڑ ٹوٹنے والے ہیں۔ مدینہ میں صورت حال مختلف تھی، یہاں منافقین کا بھی اچھا خاصا عنصر تھا۔ ان کے علاوہ ایسے مسلمان بھی تھے جن کا ایمان قدرے کمزور تھا اگر چہ وہ منافق تو نہیں تھے لیکن ان کا ایمان ابھی پختہ نہ تھا اور نہ ہی وہ مکی مسلمانوں کی طرح تربیت کے مراحل سے گزرے تھے لہذا جب سورہ "محمد" میں قتال کی فرضیت کا حکم آیا تو ضعیف العقیدہ لوگوں کے دلوں میں انقباض پیدا ہو رہا تھا اور منافقین یہ کہتے تھے کہ صلح جوئی سے کام لینا چاہیے، صرف دعوت و تبلیغ کے ذریعے لوگوں کو سیدھے راستے کی طرف لانا چاہیے۔ یہ جنگ و جدال اور لڑائی بھڑائی کوئی اچھی بات نہیں اس میں تو قتل و غارت ہوگی۔ (۳۹) اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا عَسٰٓی اَنۡ تَکۡرَهُوۡا شَیۡئًا وَّهُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ...... اب اس آیت مبارکہ کے بارے میں کوئی مستشرق یہ کہے۔

"Evidence of internal tension and reluctance to fight" (40)

"یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ مسلمان دل سے جنگ کرنا نہیں چاہتے ان کو جہاد کے لئے مجبور کیا جاتا ہے"۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ انسان کی ظاہر بیں نگاہ دھوکہ کھا سکتی ہے اصل حقیقت تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر سمجھتا ہے۔ اس اعتراض سے مستشرقین کی ذہنیت اور طریق کار کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ غیر

جانبدار ہو کر تحقیق نہیں کرتے ''بلکہ کسی شہر کی بلدیہ کے سینٹری انسپکٹر کی مانند جو شہر کے خوبصورت مناظر اور حسن سے بے نیاز، محض گندگی کے ڈھیروں کو ہی دیکھتا ہے یہ مستشرقین بھی ایسے ایسے نکتے تلاش کر لاتے ہیں جس سے اسلام کے بارے میں عفوفت اور گندگی کو اچھالا جا سکے اور یہ قاری کے لئے مائیکروسکوپ کے ذریعے چھوٹے چھوٹے نکتوں کو سمندر اور ذروں کو پہاڑ بنا کر پیش کرتے ہیں''۔(۴۱) تو یہ اُن کی غلط فہمی ہی نہیں بلکہ کج فہمی بھی ہے۔عرب صرف جنگجو ہی نہ تھے ان میں اور بہت سی اعلیٰ اخلاقی خوبیاں بھی تھیں۔عرب میں یہودی قبائل بھی تھے جو ہر طرح کے اسلحہ سے مسلح اور دولت مند بھی تھے۔عرب ان کی طرح بزدل نہ تھے بہادر اور نڈر لوگ تھے، وعدے کے پکے تھے۔مہمان نواز تھے جس کی حفاظت کی ذمہ داری قبول کرتے تھے اس کی خاطر اپنی جان پر کھیل کر اس کی حفاظت کرتے تھے ان میں بنیادی انسانی اخلاقیات کے جوہر موجود تھے یہی وہ بات ہے جسے نبی ﷺ نے اس حدیث میں فرمایا ہے خِیَارُکُم فِی الْجَاھِلِیَّتِہِ خیار کُمْ فِی الْاِسْلَامُ اِذَافَقُھُوْا (۴۲) ''جاھلیت کے عہد میں پسندیدہ لوگ اسلام کے بھی پسندیدہ ہیں اگر دینی فہم رکھیں''یعنی زمانہ جاھلیت میں جو لوگ اپنے اندر جوہر قابل رکھتے تھے، وہی زمانہ اسلام میں مردانِ کار ثابت ہوئے فرق صرف یہ ہے کہ ان کی قابلیتیں پہلے غلط راہ میں صرف ہو رہی تھیں۔اسلام اور آنحضور ﷺ نے آ کر انھیں صحیح راہ پر لگا دیا۔ناکارہ انسان نہ جاھلیت کے کسی کام کے تھے نہ اسلام کے، نبی ﷺ کو عرب میں جو زبردست کامیابی حاصل ہوئی ہے اور جس کے اثرات تھوڑی ہی مدت گزرنے کے بعد دریائے سندھ سے لے کر اٹلانٹک کے ساحل تک دنیا کے ایک بڑے حصے نے محسوس کر لئے، اس کی وجہ یہی تھی کہ آپ ﷺ کو عرب میں بہترین انسانی مواد مل گیا تھا جس کے اندر کریکٹر کی زبردست طاقت موجود تھی اگر خدانخواستہ آپ کو بودے، کم ہمت، ضعیف الارادہ اور ناقابل اعتماد لوگوں کی بھیڑ مل جاتی تو کیا پھر بھی وہ نتائج حاصل ہو سکتے تھے؟ (۴۳) جیسا کہ مدینہ میں یہود کے قبائل بھی آباد تھے جو تعداد میں کثیر ہونے کے باوجود دولت ثروت میں خوشحال اس دور کے لحاظ سے ہر طرح کے اسلحہ سے مسلح تھے مگر بزدلی کی وجہ سے سامنے نہیں آتے تھے، پس پشت فتنہ و فساد سازشیں کرنا انکا وطیرہ تھا یہی وجہ ہے کہ اتنی کثیر تعداد میں ہونے کے باوجود موسیٰ کو کورا جواب دیا کہ فَاذْھَبْ اَنْتَ وَرَبُّکَ فَقَاتِلاَ اِنَّ ھٰھُنَا قَاعِدُوْن جنگ کا حکم یعنی جہاد فی سبیل اللہ عرب کے سیاسی ماحول کا رد عمل نہیں ہے اور نہ ہی یہ مسلم معاشرے کے وجود کو برقرار رکھنے کے لئے ہے بلکہ یہ غلبہ دینِ حق اسلام کے لئے ہے جو آنحضور ﷺ کی بعثت کا مقصد ہے اور مسلم امہ کی غرض تاسیس ہے۔جہاد کا آغاز آنحضور ﷺ کی بعثت کے ساتھ ہی ہو گیا تھا نہ کہ ایسپزیٹو کے مطابق:

'شاہی عنایات سے لطف اندوز ہونے والے علماء (Ulama enjoyed patronage) خلفاء کی سلطنت کی وسعت کیلئے جواز اور عقلی دلائل فراہم کرتے تھے جہاد کو جنگ کے مفہوم میں عام کرنا نہیں

علماء کا کام تھا۔''

ان آراء کے ذریعے سب سے پہلی بات جو منظر عام پر آئی ہے وہ یہ ہے کہ مستشرقین کی اپنی ہی آراء میں تضاد ہے جو جس کے منہ میں آتا ہے وہ کہتا چلا جاتا ہے جیسا کہ پہلے وضاحت کی جا چکی ہے مستشرقین نبی کریم ﷺ کی بعثت مقصد سے ہی بے خبر ہیں یا وہ تعصب کی بنیاد پر اپنی پہلے سے طے شدہ رائے کی وجہ سے حقیقت کو سمجھنا ہی نہیں چاہتے۔ مکہ میں مسلمانوں کو جو صبر محض (Passive resistance) کا حکم تھا تو اس میں کیا حکمت کارفرما تھی؟ یہ بات پہلے واضح کی جا چکی ہے اور ہجرت مدینہ کے بعد اُذِنَ لِلَّذِينَ يُقٰتَلُونَ بِاَنَّهُم ظُلِمُوا...... کے حکم کے ذریعے مظلوموں کو ظلم کا بدلہ لینے کی اجازت دے دی گئی۔ دفاعی جہاد کے بعد پھر اقدامی جہاد کا حکم تو یہ سارے مراحل غلبہ دین کیلئے ایک حکمت عملی تھی۔ نبی اکرم ﷺ کے مقصد بعثت کی امتیازی شان کے بیان میں جو الفاظ قرآن کریم میں تین دفعہ آئے ہیں وہ یہ ہیں:

﴿هُوَ الَّذِيٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰى وَ دِيۡنِ الۡحَقِّ لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ﴾ (۴۴)

''وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے پورے کے پورے دین (نظام زندگی) پر غالب کردے۔''

اور یہ بات نہایت اہم ہے کہ یہ الفاظ نبی اکرم ﷺ کے ذکر میں قرآن مجید تین بار اس شان کے ساتھ وارد ہوئے ہیں کہ ان میں ایک شوشے کا بھی فرق نہیں ہے جبکہ پورے قرآن مجید میں یہ الفاظ کسی دوسرے نبی یا رسول کیلئے ایک بار بھی استعمال نہیں ہوئے۔ مولانا عبیداللہ سندھی نے ان الفاظ کو بین الاقوامی اسلامی انقلاب کا عنوان قرار دیا۔ (۴۵) شاہ ولی اللہ دہلوی نے ان الفاظ کو نبی اکرم ﷺ کے مقصد بعثت کی تعین کے ضمن میں مرکزی اہمیت کا حامل قرار دیا ہے۔ (۴۶)

دین میں جبر نہیں:

مستشرقین کا یہ اعتراض کہ لَآ اِكۡرَاهَ فِى الدِّيۡنِ (۴۶) ''دین میں کوئی جبر نہیں ہے۔'' دوسری طرف وہ آیات جو جو حکم دیتی ہیں جیسے:

﴿فَاِذَا انۡسَلَخَ الۡاَشۡهُرُ الۡحُرُمُ فَاقۡتُلُوا الۡمُشۡرِكِيۡنَ حَيۡثُ وَ جَدۡتُّمُوۡهُمۡ وَخُذُوۡهُمۡ وَ احۡصُرُوۡهُمۡ وَ اقۡعُدُوۡا لَهُمۡ كُلَّ مَرۡصَدٍ ۚ فَاِنۡ تَابُوۡا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوۡا سَبِيۡلَهُمۡ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ﴾ (۴۸)

''حرمت والے مہینوں کے گزرتے ہی مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو انہیں گرفتار کرو، ان کا محاصرہ کرو اور ان کی تاک میں ہر گھاٹی میں جا بیٹھو، ہاں اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز کے پابند ہو جائیں اور زکوٰۃ ادا کرنے لگیں تو تم ان کی راہیں چھوڑ دو'' یہ اور دوسری امن والی آیات اور اس کے ساتھ ساتھ یہ پرتشدد اور اسی جیسی دیگر آیات جس میں اگر وہ اسلام قبول کرکے نماز اور زکوٰۃ نہیں

ادا کرتے تو ان کیلئے قتل وغارت کا حکم ہے۔'' ڈیوڈ کک کے مطابق قدیم مفسرین اس آیت کے حکم کو مشرکین عرب کیلئے مخصوص مانتے تھے اور جدید انتہا پسند بنیاد پرست اس آیت کی بنیاد پر نفرت اور عدم برداشت کو کفار کیلئے جائز قرار دیتے ہیں۔ جہاں تک آیت مبارکہ **لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی** دین میں کوئی جبر نہیں بعض مفسرین نے اس آیت کے حکم کو اہل کتاب کیلئے خاص مانا ہے لیکن یہ آیت حکم کے اعتبار سے عام ہے یعنی کسی پر بھی قبول اسلام کیلئے جبر نہیں کیا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور گمراہی دونوں کو واضح کر دیا ہے

آنحضور ﷺ نے دعوت حق کے تمام مراحل میں پرامن تبلیغ کو پیشِ نظر رکھا '' آپ ﷺ کی پوری زندگی میں ایک بھی واقعہ ایسا نہیں جس سے جبر واکراہ ثابت کیا جا سکے (۴۹) اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو حق قبول کرنے اور انکار کرنے کا مکمل اختیار دیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِن وَمَنْ شَآءَ وَفَلْيَكْفُرْ﴾ (۵۰)

'' آپ ﷺ فرما دیں کہ حق تمہارے پروردگار کی طرف سے ہے تو چاہے قبول کرلے اور جو چاہے انکار کرے''

آنحضور ﷺ مشرکین کے انکار واعراض سے غمگین ہوتے تھے تو اللہ تعالیٰ تسلی دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرٌ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٌ﴾ (۵۱)

'' اے نبی آپ ﷺ نصیحت کرنے والے ہیں آپ ان پر داروغہ نہیں بنائے گئے''

کسی کو اسلام قبول کرنے کے لیے مجبور کرنا خود اللہ تعالیٰ کو بھی ناپسند ہے اور آنحضور ﷺ کو ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔

﴿وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰ مَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُئُو مِنِيْنَ O﴾ (۵۲)

'' اگر آپ ﷺ کا پروردگار چاہتا (کہ لوگوں کو زبردستی مسلمان بنائے) تو زمین پر سب لوگ ایمان لے آتے تو کیا اے نبی ﷺ آپ لوگوں پر زبردستی کریں گے کہ وہ ایمان لے آئیں۔''

تاہم ان آیات کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام ابتدائے آفرینش ہی سے نظریہ اور عمل کے اعتبار سے ایک تبلیغی مذہب رہا ہے۔ آنحضور ﷺ کی سیرت طیبہ اس امر کا واضح ثبوت ہے آپ ﷺ بذاتِ خود مبلغین کے سرخیل ہیں جنہوں نے اپنے حسن اخلاق سے کفار کے دلوں میں دین اسلام کے لیے راہ پیدا کر لی۔ دشمنان اسلام اور مستشرقین کی وہ خیالی تصویر کہ ایک نوجوان مسلم مجاہد جس نے ایک ہاتھ میں قرآن مجید ہے اور دوسرے ہاتھ میں تلوار ہے اس کا حقائق سے بالکل کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اسلام کی صحیح روح کا مظہر وہ مسلمان تاجر مبلغ ہیں جنہوں نے اپنے اخلاق حسنہ کے ذریعے دین اسلام کو روئے زمین میں

پہنچایا، اس امر کا ثبوت ہے کہ ملائیشیا اور انڈونیشیا دنیا کے وہ خطے ہیں جہاں آج تک کوئی اسلامی فوج نہیں پہنچی مگر ان ممالک کی اکثریت مسلمان ہے مستشرقین میں سے معتدل مزاج اس بات کے معترف ہیں جیسا کہ پروفیسر آرنلڈ لکھتا ہے۔ ''تبلیغ دین کے یہ پرامن طریقے صرف اس زمانے میں اختیار نہیں کئے گئے جب کہ سیاسی حالات نے جبر واکراہ کے استعمال کو ناممکن یا خلاف مصلحت بنا دیا تھا بلکہ قرآن حکیم کی بہت سی آیات میں ایسے پرامن طریقوں کی سخت تاکید آئی ہے'' (۵۳) ریمنڈ ابراھیم، رچرڈ جبریل اور مائیکل بونز اور دیگر مستشرقین کو بڑی غلط فہمی ہوئی ہے، یا وہ اپنے تعصب کا شکار ہو کر اپنے موہوم تصورات اور مزعومہ نتائج ہی پر اکتفا کرتے ہوئے آپ ﷺ کے غزوات وفتوحات سے غلط استدال کرتے ہیں کہ اسلام میں زبردستی لوگوں کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے، تاہم کفر وشرک کے خاتمے اور باطل کا زور توڑنے کیلئے جہاد ایک الگ اور جبر واکراہ سے مختلف چیز ہے جہاد کا مقصد معاشرے سے اس قوت کا زور اور دباؤ ختم کرنا ہے جو اللہ کے دین پر عمل اور اس کی تبلیغ کی راہ میں رکاوٹ بنی ہوئی ہے۔ تاکہ ہر شخص اپنی آزاد مرضی سے چاہے تو کفر پر قائم رہے اور چاہے تو اسلام میں داخل ہو جائے چونکہ رکاوٹ بننے والی طاقتیں رہ رہ کر ابھرتی رہیں گی اس لیے جہاد اور اس کی ضرورت بھی قیامت تک رہے گی۔ اور رسول اللہ ﷺ نے کفار اور مشرکین کے خلاف جہاد کیا اور آپ ﷺ کا فرمان ہے **امرت ان اقاتل الناس حتی یَشھَدُوْاَنْ لآاالہ الا اللہ.** (۵۴)

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک جہاد کروں جب تک کہ وہ **لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کا اقرار نہ کرلیں۔ مفسرین کے مطابق یہ حدیث بھی مشرکین یعنی بنو اسماعیل کے لئے خاص ہے۔

''جہاد اگر چہ ظالمانہ نظام حکومت کو ختم کر کے اجتماعی معاملات اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے مگر انفرادی اور نجی زندگی میں ہر شخص کو پوری مذہبی آزادی فراہم کرتا ہے احادیث نبوی ﷺ سے ثابت ہے کہ دشمن کو سب سے پہلے اسلام کی دعوت دی جاتی ہے کہ وہ صدق دل سے اسلام قبول کر کے برابر کا مسلمان شہری بن جائے۔ اگر وہ اس دعوت کو قبول نہیں کرتا تو دوسرے نمبر پر ان کو جزیہ کی ادائیگی پر مجبور کیا جاتا ہے اور اگر وہ اس صورت کو بھی قبول نہیں کرتا تو تیسری اور آخری صورت میں اس کے خلاف قتال کیا جاتا ہے اور یاد رہے کہ جزیہ پر رضامند ہونے کی صورت میں اسلام ایسے غیر مسلم کو ذمی قرار دیتا ہے اور انفرادی طور پر انہیں اپنے مذہب پر عمل پیرا ہونے کی پوری آزادی دیتا ہے۔''

اس طرح وہ مرتد کی سزا قتل کا بھی اسی آیت سے کوئی تضاد نہیں کیونکہ مرتد اد کی سزا قتل سے مقصود جبر واکراہ نہیں ہے بلکہ اسلامی ریاست کی نظریاتی حیثیت کا تحفظ ہے۔ ایک اسلامی ریاست میں ایک کافر کو اپنے کفر پر قائم رہنے کی اجازت تو بے شک دی جاسکتی ہے لیکن ایک بار جب وہ اسلام میں داخل ہو جائے تو پھر بغاوت وانحراف کی اجازت نہیں دی جاسکتی لہٰذا خوب سوچ سمجھ کر اسلام قبول کیا جائے کیونکہ اگر اس طرح کی اجازت دے دی جاتی تو اسلام کی نظریاتی اساس منہدم ہوسکتی تھی جس

سے نظریاتی انتشار اور فکری انارکی پھیلتی جو اسلامی معاشرے کے امن اور ملک کے استحکام کو خطرے میں ڈال سکتی تھی۔ اس لیے جس طرح انسانی حقوق کے نام پر قتل، چوری، حرابہ، ڈاکہ، زنا وغیرہ جرائم کی اجازت نہیں دی جا سکتی اسی طرح آزادی کے نام پر ایک اسلامی مملکت میں نظریاتی بغاوت کی اجازت بھی نہیں دی جا سکتی۔ یہ جبر و اکراہ نہیں ہے بلکہ مرتد کا قتل اسی طرح عین انصاف ہے جس طرح قتل و غارت گری اور اخلاقی جرائم کا ارتکاب کرنے والوں کو سخت سزائیں دینا عین انصاف ہے۔ ایک کا مقصد ملک کا نظریاتی تحفظ ہے اور دوسرے کا مقصد ملک کو شر اور فساد سے بچانا ہے اور دونوں مقاصد ہی ایک مملکت کیلئے ناگزیر ہیں۔ (۵۵)

آیت السیف کا پس منظر:

سورۃ التوبہ کی آیت نمبر ۵ جو آیت السیف کے نام سے مشہور ہے:

﴿فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَ جَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَ احْصُرُوْهُمْ وَ اقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (۵۶)

پھر حرمت والے مہینے گزرتے ہی مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو انھیں گرفتار کرو ان کا محاصرہ کرلو اور ان کی تاک میں ہر گھاٹی میں جا بیٹھو ہاں اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز کے پابند ہو جائیں اور زکوۃ ادا کرنے لگیں تو ان کی راہ چھوڑ دو یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ سے قبل ہر پیغمبر ایک خاص علاقے، خاص عرصے اور خاص قوم کی طرف مبعوث کیا گیا۔ مگر تمام انبیاء و رسول میں سے یہ فضیلت آپ ﷺ کیلئے مخصوص ہے کہ آپؐ کو

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا﴾ (۵۷)

''ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لیے خوشخبریاں سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے''

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ○﴾ (۵۸)

''اور ہم نے آپ ﷺ کو تمام جہاں والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے''

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو پوری دنیا کے تمام انسانوں کیلئے قیامت تک کیلئے رسول بنا کر بھیجا ہے، اور آپ ﷺ اپنی قوم بنی اسماعیل کی طرف بھی رسول بن کر مبعوث ہوئے اس لحاظ سے آپ ﷺ کو دو بعثتوں کے ساتھ مبعوث فرمایا گیا، ایک بعثت عمومی اور دوسری بعثت خصوصی۔'' (۶۱) آپ ﷺ کی بعثتِ خصوصی مشرکین عرب یعنی بنو اسماعیل کی طرف تھی آپ ﷺ

نے ان لوگوں کو خود ان کی زبان میں اللہ کا پیغام پہنچا کر ان پر آخری حد تک حجت تمام کر دی۔ تو اس ضمن میں پھر مشرکین عرب پر اللہ کے قدیم قانون کا نفاذ بھی عمل میں آیا، جب کسی قوم کی طرف کوئی رسول بھیجا جائے اور وہ رسول اپنی دعوت کے سلسلے میں اس قوم پر حجت تمام کر دے پھر اگر وہ قوم اپنے رسول کی دعوت کو رد کر دے تو اس پر عذاب استحصال مسلط کر دیا جاتا ہے یہ آیت السیف بھی دراصل اس عذاب استیصال کے قائم مقام ہے جو قوم نوحؑ، قوم ھودؑ، قوم صالحؑ، قوم شعیبؑ، قوم لوطؑ اور آل فرعون پر آیا تھا یہ اللہ تعالیٰ کا قانون اٹل ہے۔(۵۹) ۱۳ سالہ مکی دور میں رسول اللہ ﷺ نے انہی کی زبان میں اللہ تعالیٰ کے احکامات ہر ممکن طریقے سے ان تک پہنچا کر ان پر حجت تمام کر دی تھی اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق ان کو جو مہلت دی گئی تھی وہ بھی ختم ہو چکی تھی لہٰذا ان پر عذاب استیصال کی پہلی قسط میدان بدر میں نازل کر دی۔(۶۰) دوسری اور آخری قسط کے طور پر سورۃ التوبہ کے آغاز میں الٹی میٹیم دے دیا کہ اب تمہارے پاس سوچنے سمجھنے کیلئے صرف چار ماہ کی مہلت ہے اس مدت میں چاہو تو اسلام لے آؤ ورنہ قتل کر دیے جاؤ گے۔ اس حکم میں ان کیلئے یہ آپشن خود بخود موجود تھا کہ وہ چاہیں تو جزیرہ نما عرب سے باہر بھی جا سکتے ہیں، مگر بحیثیت مشرک وہ اس خطہ میں نہیں رہ سکتے کیونکہ اب جزیرہ نما عرب کو شرک سے بالکل پاک کر دینے اور محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت خصوصی کی تکمیلی شان کے ظہور کا وقت آن پہنچا تھا۔ (۶۱) یہاں غور کرنے کا مقام ہے کہ مستشرقین قرآن کریم اور آنحضور ﷺ کے متعلق واقعات کو مسخ کرتے ہوئے توڑ مروڑ کر کیا سے کیا بنا دیتے ہیں۔ جیسا کہ رچرڈ جبریل لکھتا ہے:

After the conquest of Mecca Muhammad declared war of knife (62)

۱۷ رمضان المبارک میں ۸ ھ میں مکہ فتح ہوا ہے سن ۹ ہجری میں حضرت ابوبکر صدیقؓ امیر الحج تھے سورۃ التوبہ کی یہ آیت نازل ہوئی جس کو آیت السیف کہا جاتا ہے یہ آیت یوم الحج الاکبر کے دن میدان عرفات میں پڑھ کر سنائی گئی تھی یعنی ایک سال تین ماہ بعد یہ اعلان عام تھا کہ جو لوگ معاھدوں پر قائم رہے ہیں ان سے مدت معاہدہ پوری کی جائے گی اور وہ لوگ جن سے کوئی مدت میعاد معین نہ تھی، جیسے عام دوستی کے معاہدے، جنگ نہ کرنے کے معاہدے وغیرہ۔ ایسے تمام لوگوں کو چار ماہ کی وارننگ کے ساتھ مطلع کر دیا گیا فَسِيحُوا فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ (۶۳) یعنی اس جزیرہ نما عرب میں تمہیں گھومنے پھرنے کے لیے چار ماہ کی مہلت دی جاتی ہے، پھر فوراً پکڑ کر مشرکین کو قتل کرنے کی اجازت نہیں دی جیسا کہ رچرڈ جبریل لکھتا ہے:

> instructing his followers to kill any Pagans they encountered on the spot(64)

یہاں ایک اور قابل توجہ بات کہ اس آیت مبارکہ کو سیاق وسباق سے جدا کر کے اعتراض کی بنیاد بنایا جاتا ہے حالانکہ

اس سے بعد والی آیت میں اس کا جواب مذکور ہے۔

﴿وَ اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ﴾ (۶۵)

ترجمہ: ’’اگر مشرکین میں سے کوئی پناہ طلب کرے تو اس کو پناہ دے دو یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سن لے پھر اسے اس کی امن کی جگہ پہنچا دو یہ اس لیے کہ یہ لوگ بے علم ہیں۔‘‘

یعنی الٹی میٹم کے باوجود پناہ طلب کرنے والے شخص کو فوری طور پر فیصلہ کرنے پر مجبور نہ کیا جائے کہ اسلام قبول کرتے ہو یا نہیں؟ نہیں کرتے تو ابھی تمہاری گردن اڑا دی جائے گی بلکہ کلام اللہ سننے کا موقع فراہم کرنے کے بعد بھی اسے سمجھنے اور سوچنے کا موقعہ دیا جائے اور بحفاظت اس کے گھر تک پہنچانے کا انتظام کیا جائے۔ اس لیے کہ یہ لوگ ابھی تک غفلت کا شکار ہیں انہوں نے سنجیدگی سے سوچا ہی نہیں کہ یہ دعوت کیا ہے؟ یہ اعلان تو مشرکین عرب کے لئے تھا، جن کی طرف رسول اللہ ﷺ کی خصوصی بعثت تھی۔ جو اسلام نہ قبول کرنے کی وجہ سے عذاب استیصال کے مستحق ہو چکے تھے۔ مگر حضور نبی ﷺ رحمت عالم کے لیے یہ صورت حال پیش بھی نہیں آئی مشرکین عرب کی اکثریت نے اسلام قبول کر لیا اور وہ سخت سزا سے بچ گئے۔ اب یہاں مستشرقین نے بڑے زہریلے علمی پروپگینڈے سے کام لیا ہے رچرڈ جبریل لکھتا ہے۔

"His ruthlessness brutality severd to strenghn his hand with opponents and allies alike"(66)

مستشرقین آنحضور نبی ﷺ رحمت کے متعلق جس ظالمانہ رویہ کی نشاندہی کر رہے ہیں ایسا رویہ تو چنگیز، ہلاکو خان، ہٹلر اور جارج ڈبلیو بش کا تھا۔ کیا آج ایسے لوگوں کے نام لیوا، چاہنے والے دنیا میں موجود ہیں؟ جیسا کہ نبی رحمت ﷺ سے محبت کرنے والے اور ان کی ناموس پر جان قربان کرنے والوں سے دنیا بھری پڑی ہے، آپ ﷺ کے عفو و درگزر سے بھرپور کارنامے روز روشن کی طرح ہیں جن سے تاریخ کے صفحات بھرے ہوئے ہیں وہ مستشرقین کو نظر نہیں آتے؟ اور جن باتوں کا وجود ہی نہیں وہ گھڑ کر حضور نبی رحمت ﷺ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ اس طریقے سے وہ بڑی جارحیت کے ساتھ اسلام کی حقانیت کو باطل اور پیغمبر اسلام کی شخصیت کو مجروح کرتے رہتے ہیں۔ قرآن اللہ کا کلام ہے، جس کی حفاظت کا ذمہ ذات باری تعالی نے خود لے رکھا ہے، مستشرقین چاہے کتنے ہی مکر و فریب کے ذریعے حق پر باطل کی ملمع کاری کر لیں، بندگان حق توفیق الٰہی سے باطل پردے چاک کرتے رہیں گے۔

حواشی وحوالہ جات

☆Michael Bonner: Professor of Islamic history,He received PhD from the department of Near Eastern studies Princeton University 1987. Teaching Interests: History of the Islamic world; Jihad; rise of Islam; Classical Arabic historical, geographical, and biographical texts; economic history of the Near East; methods seminar for NES graduate students; NES 100, the introductory Peoples of the Middle East.Retrievd 3 December 2015 from htt:/lsa.umich/people/faculty/bonner.html

1- Michael Bonner Jihad in Islamic History, P 20, Princeton University press, 2006

2- Ibid, P 25

۳۔ النحل: ۱٦ /۱۲۵ تا۱۲٦

۴۔ سورۃ الحج ۲۲ / ۴۱ تا ۳۹

۵۔ البقرہ ۲ / ۱۹۳

٦۔ البقرہ ۲ / ۲۱۷

۷۔ التوبہ: ۹/ ۷۵

۸۔ الانفال: ۸/ ٦۱

۹۔ التوبہ: ۹/ ۲۹

۱۰۔ البقرہ: ۲ / ۲۱٦

11- Jihad in Islamic History, PP 25-26

☆ "Ella Landau Tasseron Hebrew University of associate professor Islamic and middle east studies."

12- Jihad P. 39

☆ University Professor, Professor of Religion and International Affairs and of Islamic Studies at Georgetown University, John L. Esposito is Founding Director of the Alwaleed Center for Muslim-Christian Understanding in the Walsh School of Foreign Service. Previously, he was Loyola Professor of Middle East Studies, College of the Holy Cross. He has received Marty Award for the Public Understanding of Religion, Pakistan's Quaid-i-Azzam Award for Outstanding contributions in Islamic Studies. Retrieved 3 October 2015 from https://www.unaoc.org/repository/8412Jihad,%20Holy%20or%20Unholy%20War,%20J.%20Esposito.pdf

13- Jihad: Holy or unholy wars: Terrorism in the name of Islam and every one need to know about Islam P-1-2. Oxford University, 2002.

14- Ibid

15- Gabriel, Richard A.,"Muhammad the warrior Prophet" P.11 published in September 2007 MHQ Magzine

16- "Jihad Holy war or unholy war" P. 02

☆ David Cock, Associate Professor, Ph.D University of Chicago, 2001, Area of Teaching Origins and historical development of Islam

17- "Under standing Jihad" P. 10, University California Press 2005, Berkely Loss Angeles London 2005

18- "Holy or unholy war" P. 2

19- "Jihad in Islamic History" P. 26

20- "Jihad Holy war or unholy war" P. 01

☆ Raymond Ibrahim is a widely published author, public speaker, and Mddle East and Islamic specialist. *His books include Crucified Again: Exposing Islam's New War on Christians (2013) and The Al Qaeda Reader* (2007). His writings, translations, and observations have appeared in a variety of publications, including the New York Times, CNN, LA Times Fox News, Financial Times, Jerusalem Post, new York Times Syndicate, United press international, USA Today, Washington Post, Washington Times, and Weekly Standard; scholarly journals, including the Almanac of Islamism. Retrieved from http://www.raymondibrahim.com/about/

21- "Islamic Jihad and the Doctrine of abrogation" p .1, Raymond Ibrahim, Islamic Jihad and the doctrine of abrogation in Frontpage Mag. March 5, 2014, p:1. Retrieved 4 december 2016 from http://www.frontpagemag.com/fpm/220358/islamic-jihad-and-doctrine-abrogationraymond-ibrahim

۲۲۔ کفوا ایدیکم: سورہ النساء: ۴ / ۷۷ ۲۳۔ الحج: ۲۲ / ۳۹

۲۴۔ التوبہ: ۹/ ۵ ۲۵۔ التوبہ: ۹ / ۳۳: الفتح:۴۸ / ۲۸: الصّف:۶۱ / ۹

☆ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء ورسل میں سے صرف رسول اللہ ﷺ کے لیے یہ حکم آیا ہے کہ آپ دین اسلام کو زندگی کے پورے نظام اور پوری دنیا پر غالب کر دے۔

۲۶۔ اسرار احمد، ڈاکٹر؛ رسول اکرم اور ہم، ص۳۴، مکتبہ خدام القرآن، جون ۲۰۱۴ء

۲۷۔ النحل: ۱۶/ ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷

۲۸۔ رسول اکرم ﷺ اور ہم، ص۳۶۰

۲۹۔ التوبہ:۹ / ۱۱۱

30- Toyn Bee, Arnald, J: A Study of History Vol XII, PP 461- 476, Oxfor University press 1961.

۳۱۔ ڈاکٹر اسرار احمد کے مطابق جسٹس جاوید اقبال نے بتایا کہ پروفیسر منٹگمری واٹ UK میں ان کا PHD. کے مقالہ کا نگران تھا جسٹس جاوید اقبال نے ان سے پوچھا کہ آپ نے سیرت النبی ﷺ پر دو کتابیں "Muhammad at Medina" ، "Muhammad at Meeca" کیوں لکھیں ہیں؟ تو پروفیسر منٹگمری نے جواب دیا کہ محمد ﷺ کی زندگی کے تضاد کو نمایاں کرنے کے لئے ان کی مکی زندگی میں نبوت کی جھلک ہے جس میں وہ ناکام (نعوذ باللہ) ہوگئے۔۱۳ سالہ جدوجہد کا حاصل صرف سوڈیڑھ سو پیرو کار حاصل ہو سکے۔ مدنی زندگی اس کے بالکل برعکس ہے جس میں وہ کامیاب ہوگئے۔

"as a Stateman" وہ کامیاب ترین شخص ہیں۔(اسی جواب میں اُس کا خبث باطن واضح ہے)

32- Jihad in Islamic History P: 20

۳۳۔ رسول اکرم ﷺ اور ہم، ص۳۴۳

۳۴۔ سورۃ الحدید: ۵۷ / ۲۵

۳۵۔ تفہیم القرآن: ج۵، ص۲۲۱ تا ۲۲۲

۳۶۔ البقرہ: ۲ / ۲۱۶

۳۷۔ اصلاح، امین احسن: تدبر القران: ۱ / ۵۱۱

۳۸۔ اسرار احمد، ڈاکٹر، بیان القرآن: ۱ / ۲۸۶ مکتبہ خدام القرآن، جون ۲۰۱۴ء

۳۹۔ ایضا: / ۲۸۷

40- "Jihad in Islamic hisotry" P. 26

۴1۔ الندوی ابوالحسن علی، اسلامیات بین کتابات المستشرقین والباحثین المسلمین، ص۱۶۔ موئسسہ رسالہ بیروت ۱۹۷۶ء

۴۲۔ الجامع الصحیح مسلم: کتاب الفضائل، باب من فضائل یوسف: ۷ / ۱۰۳؛ الجامع الصحیح البخاری کتاب التفسیر سورہ یوسف: ۵ / ۲۱۶

۴۳۔ مودودی ابوالاعلیٰ سید: اسلامی نظامی زندگی اور اُس کے بنیادی تصورات صفحہ نمبر ۱۲۰ اسلامی پبلی کیشنز

۴۴۔ التوبہ: ۹ / ۳۳؛ الفتح: ۴۸ / ۲۸؛ الصّف: ۶۱ / ۹

۴۵۔ ڈاکٹر اسرار احمد رسول اکرم اور ہم / ۱۶۳

۴۶۔ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء مکتبہ علمیہ لاہور

۴۷۔ البقرہ: ۲ / ۲۵۶

۴۸۔ التوبہ: ۹/ ۵

۴۹۔ علوی، ڈاکٹر خالد: انسان

۵۰۔ الکھف: ۱۸ / ۲۹

۵۱۔ الغاشیہ: ۸۸ / ۲۲

۵۲۔ یونس: ۱۰ / ۹۹

53- Preaching of Islam / 9

۵۴۔ صحیح بخاری: کتاب الایمان باب فان تابوا واقاموالصلوٰۃ

۵۵۔ القرآن الکریم مجمع الملک فھد لطباعۃ المصحف شریف، ص: ۱۱۱ تا ۱۱۲

۵۶۔ التوبہ: ۹/ ۵

۵۷۔ السبا: ۳۴ / ۲۸

۵۸۔ الانبیا: ۲۱/ ۱۰۷

۵۹۔ سورہ الاعراف میں آیت ۵۹ سے لے کر ۱۲۲ تک ان قوموں کا مفصل ذکر ہے جنہوں نے مرسلین کی دعوت کو رد کر دیا تو وہ قومیں اللہ تعالی کے عذاب استیصال سے ہلاک کر دی گئیں۔

۶۰۔ ڈاکٹر اسرار احمد کے مطابق: مشرکین عرب پر عذاب استیصال کی نوعیت معروضی حالات کے پیش نظر پہلی قوموں کے مقابلے میں مختلف نظر آتی ہے۔ اس عذاب کی پہلی قسط غزوہ بدر میں مشرکین کی ہزیمت وشکست کی صورت میں سامنے آئی، جبکہ دوسری اور آخری قسط کا ذکر سورہ توبہ کے اغاز میں کیا گیا ہے۔ بہر حال اپنی بعثت خصوصی کے حوالے سے حضور نبی کریم ﷺ نے جزیرہ نمائے عرب میں دین اسلام کو غالب کر دیا اور وہاں آپؐ کی حیات طیبہ ہی میں اقامت دین کا عملی نقشہ پوری آب وتاب کے ساتھ جلوہ گر ہو گیا۔

۶۱۔ بیان القرآن، ۳/ ۲۵۹

62- Gabriel,Richard A.,"Muhammad the warrior Prophet" P.11

۶۳۔ التوبہ ۹ : ۲

64- "Muhammad the warrior Prophet"P.11

۶۵۔ التوبہ ۹:۶

66- "Muhammad the warrior Prophet" P.11